Fikr-o-Nasar (Islamabad) 16:9 (1979)

مسلم امت کا قرآنی تصور

ڈاکٹر محمد نذیر کاکاخیل

''امة،، کی اصطلاح عربی زبان کے ایک لفظ ''أم،، سے مشتق ہے جس کے لفظی معنی نشانہ باندھنے یا ارادہ کرنے کے ہیں - عمومی اصطلاح کے طور پر اس کا مطلب افراد کا ایک گروہ لیا جاتا ہے جو ایک مذہب یا کسی لیڈر کی پیروی کرتا ہو(۱) - ایک علاقے یا نسل سے تعلق رکھنے والے لوگوں اور پرندوں کے انواع و اقسام کے لئے بھی امت کی اصطلاح مستعمل ہے-(۲) امة کی اصطلاح قرآن کریم میں مختلف مفہوموں میں استعمال ہوتی نظر آتی ہے - کئی ایک مقامات پر قرآن پاک امة کی اصطلاح کو قوم (Nation) کے معنوں میں استعمال کرتا ہے - مثلاً

(۱) تلک امة قد خلت (قرآن : ۲ : ۱۳۴)

(۲) ولکل امة اجل (۷ :۳۴)

(۳) وممن خلقنا امة یهدون بالحق و به یعدلون (۸ :۱۸۱)

(۴) کذالك ارسلنك فی امة قد خلت من قبلها امم لتتلوا علیهم الذی اوحینا الیك وهم یکفرون باالرحمن (۱۳ : ۳۰)

(۵) و لکل امة رسول (۱۰ : ۴۷)

(۶) ولقد بعثنا فی کل امة رسولا (۱۶ : ۳۶)

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

علاوہ ازیں قرآن کریم لوگوں کی ایک جماعت یا گروہ کے لئے بھی امة کی اصطلاح کئی ایک جگھوں پر استعمال کرتا ھے مثلاً

(۱) ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر (۳ : ۱۰۴)

(۲) منھم امة مقتصدة (۵ : ۶۶)

(۳) و من قوم موسی امة یھدون بالحق (۷ : ۱۵۹)

(۴) و اذ قالت امة منھم (۷ : ۱۶۴)

قرآن پاک، مذھب کے معنوں میں بھی امة کی اصطلاح استعمال کرتا ھے مثلاً کلام اللہ کا یہ جملہ

بل قالوا إنا وجدنا آباءنا علی امة (۴۳ : ۲۲، ۲۳)

مخصوص عرصہ یا وقت کے لئے بھی قرآن کریم میں کئی ایک جگھوں پر امة کا لفظ استعمال ھوا ھے مثلاً مندرجہ ذیل آیتوں میں :-

(۱) ولئن اخرنا عنھم العذاب الی امة معدودة (۱۱ : ۸)

(۲) وقال الذی نجا منھما وادکر بعد امة انا انبئکم بتأویلہ فارسلون (۱۲ : ۴۵)

مخصوص مذھبی جمعیت کے معنوں میں بھی امة کی اصطلاح کو قرآن کریم نے استعمال کیا ھے جسے انگریزی میں (Religious Community) کھتے ھیں - اس مفھوم میں امة کی اصطلاح خصوصی طور پر مسلمانوں کے لئے استعمال کی گئی ھے - چنانچہ ارشاد باری تعالی ھے :

(۱) وکذالك جعلنکم امة وسطاً (۲ : ۱۴۳)(۳)

(۲) کنتم خیر امة (۳ : ۱۱۰)

عام انسانی جمعیت کے معنوں میں قرآن پاک امة کی اصطلاح اس طرح استعمال کرتا ہے :

(۱) كان الناس امة واحدة (۲ : ۲۱۳)

(۲) ولولا ان يكون الناس امة واحدة (۴۳ : ۳۵)

مندرجہ بالا جائزے سے یہ بات وثوق کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ قرآن پاک امة کی اصطلاح مختلف معنوں کے ساتھ ساتھ خصوصی طور پر مسلمانوں کی ابھرتی ہوئی مذہبی جمعیت کے لئے استعمال کرتا ہے جہاں جہاں لفظ امة مسلمانوں کی جمعیت کے لئے استعمال ہوا ہے وہاں وہ مندرجہ بالا مفہوموں میں سے نمبر ایک اور تین کو ملا کر معنی دیتا ہے ۔ قرآن پاک کے بعد تاریخ اسلام میں امت کی اصطلاح پہلی مرتبہ رسول کریم نے ''میثاق مدینہ،،(۴) کی دو شقوں یعنی دفعہ نمبر ۱ اور دفعہ نمبر ۲۵ میں استعمال کی ہے (۵) اگرچہ یہ اصطلاح انہی معنوں میں استعمال ہوئی ہے جو قرآن پاک نے کئے ہیں لیکن عصر حاضر کے کچھ مفکرین اور ان کے تابعین نے اس کی مختلف تاویلات کرکے غلط فہمیاں پیدا کرنے کی سعی کی ہے اسی موضوع پر تفصیلی بحث آئندہ صفحات میں کی جائے گی۔

مسلمان علماء اور فقہاء نے بھی اسلام میں امت کے تصور سے بحث کی ہے ۔ انہوں نے مسلمان قوم کے لئے امة کی اصطلاح مخصوص کی ہے ۔ ان کے مطابق امة اس مذہبی جمعیت کا نام ہے جس کے اراکین رسول کریم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکار ہوں یعنی وہ اللہ کی وحدانیت اور آپصلعم کی نبوت پر ایمان رکھتے ہوں اور جملہ شرعی احکام کی بلا چوں و چرا تعمیل کرتے ہوں ۔(۶)

کردار ادا کیا لیکن یہ بات ذہن نشین رہے کہ روحانی یگانگت کے حصول کی خاطر رسول کریم نے عیسائیت کا راستہ اختیار نہیں کیا کہ اپنے پیرووں کو ترک دنیا کا سبق دیتے یا انہیں تارک دنیا بننے پر مجبور کرتے۔ اس ضمن میں قرآن پاک کی یہ ہدایت مشعل راہ تھی:

وابتغ فیما اتٰک اللہ الدار الآخرۃ ولاتنس نصیبک من الدنیا و احسن کما احسن اللہ الیک ولا تبغ الفساد فی الارض ان اللہ لایحب المفسدین(۱۳)(اور جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے اس سے آخرت کی بھلائی طلب کرو اور دنیا سے اپنا حصہ نہ بھولو۔ اور جیسی خدا نے تم سے بھلائی کی ہے تم بھی بھلائی کرو اور زمین میں فساد پھیلانے کے طلبگار مت بنو کیونکہ اللہ تعالی فساد پھیلانے والوں کو پسند نہیں کرتا)

لیکن ایک طرف اگر رہبانیت کی حوصلہ شکنی کی گئی کہ اس سے اتحاد کو نقصان پہنچنے کا احتمال تھا تو دوسری طرف خالص دنیا داری اور حب مال کی بھی حوصلہ شکنی کی گئی۔ چنانچہ ابتدائی مکی سورتوں میں واضح الفاظ میں قرآن پاک کا ارشاد ہے:

ویل لکل ھمزۃ لمزۃ ان الذی جمع مالاً وعددہ یحسب ان مالہ أخلدہ، کلا لینبذن فی الحطمۃ۔(۱۴)

(ہر طعنہ دینے والے عیب چننے والے، چغلخور کی خرابی ہے جو مال جمع کرتا اور اس کو گن گن کر رکھتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کی ہمیشہ کی زندگی کا موجب ہوگا۔ ہر گز نہیں وہ ضرور جہنم کی آگ میں ڈالا جائے گا۔)

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ امۃ کی قرآنی اصطلاح کافروں کی جمعیت کے لئے بھی استعمال ہوئی ہے اور مسلمان قوم کے لئے بھی ۔ چونکہ مکہ ہی میں آنحضرتؐ کے پیروکاروں کی کافی تعداد تھی جو اسلام کی عظمت اور سر بلندی کے لئے خندہ پیشانی سے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے اور قرآن پاک نے مکہ ہی میں ان کے لئے قوم کے معنوں میں امۃ کی اصطلاح استعمال کی لہذا یہ کہنا صحیح نہیں کہ مسلم امۃ کا تصور ہجرت کے بعد آیا یا یہ کہ ہجرت کے بعد آغاز میں امۃ کا تصور علاقہ واریت پر مبنی تھا جو بعد میں ہمہ گیریت اختیار کر گیا ۔(۷) مکہ ہی میں رسول کریم اپنی امۃ کی وسعت اتحاد و یگانت اور سیاسی برتری کے لئے کوشاں تھے ۔ چنانچہ قرآنی احکامات و ہدایات کی روشنی میں آپؐ نے امۃ مسلمہ کے اتحاد کے لئے چار سطحوں پر کام کرنا شروع کیا تھا ۔ ذیل میں ہم مختصراً ان کا حوالہ ضروری سمجھتے ہیں :۔

۱۔ روحانی وحدت و یگانت

انسانی تعلقات کی بہتری، خدا کی وحدانیت پر یقین کی وجہ سے آپس میں متحد ہونے، دلوں کو کدورت سے پاک کرنے(۸) اور باہمی محبت اور میل ملاپ بڑھانے اور دلوں میں خوف خدا پیدا کرنے کی غرض سے اور خدا اور بندے کے درمیان براہ راست تعلق جوڑنے کی خاطر اعلان نبوت کے بعد نماز کی فرضیت امۃ کی روحانی وحدت اور یگانگت کی طرف اہم قدم تھا ۔(۹) قیامت کے بارے میں قرآن کے عقلی دلائل(۱۰) جزاء و سزاء کے تصور(۱۱) اور اللہ کی نشانیوں، اس کی طاقت اور کاموں کی طرف توجہ دلانے والی آیتوں(۱۲) نے مکہ میں مسلمانوں کے درمیان روحانی اتحاد و یگانگت پیدا کرنے میں اہم

آنحضرت نے اپنے طرز عمل سے اسلام کے ابتدائی دور میں، جب کہ مخالفین کے ہاں اس کا نام لینا بھی جرم سمجھا جاتا تھا، اپنے ارد گرد لوگوں کی ایک خاصی تعداد جمع کی اور ان قرآنی ہدایات کی روشنی میں جو وقتاً فوقتاً نازل ہوتی رہیں اور جن میں سے چند ایک کا حوالہ اوپر دیا گیا، مسلمانوں میں وحدت فکر پیدا کی۔ مسلم امة میں یگانگت و ہم آہنگی پیدا کرنے کی غرض سے آپ نے ہجرت سے قبل مکہ میں بھی مواخاة قائم کی تھی۔(۱۵) جس کے دور رس سماجی، معاشی اور سیاسی نتائج برآمد ہوئے تھے۔

۲ - معاشی وحدت

رسول اکرمؐ کی بعثت کے وقت عرب دنیا میں ہر قسم کا استحصال زوروں پر تھا۔ قرآن پاک کی مکی آیتوں اور احادیث نبویؐ سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ صاحب ثروت لوگ غریبوں کا استحصال کیا کرتے تھے۔ جس نے معاشرہ کی جڑیں کھوکھلی کرکے ایک معاشی، معاشرتی، سیاسی اور روحانی بحران پیدا کردیا تھا۔ تاریخ کا طالب علم جانتا ہے کہ جاہلی دور میں کس طرح دھوکہ، ناپ تول میں کمی وغیرہ، غیر معیوب افعال سمجھے جاتے تھے۔ چنانچہ اعلان نبوت کے بعد رسول مقبولؐ نے جس امت کی بنیاد رکھی، اسے ان خرابیوں سے پاک رکھنے کے لئے ایک طرف اگر قرآن نے تزکیہ نفس پر زور دیا تو دوسری طرف معاشی استحصال کے خاتمہ اور اقتصادی تحفظات کے لئے بھی ٹھوس بنیادیں فراہم کیں تاکہ فاقہ کشی یا غربت و افلاس مسلمانوں کے عقائد کو متزلزل نہ کر سکے۔(۱۶) چنانچہ دھوکہ دہی اور ناپ تول میں کمی کی سختی کے ساتھ ممانعت کردی گئی۔(۱۷) دولت کا ارتکاز کرنے والوں اور اسے بنی نوع انسان کی فلاح و بہبود پر خرچ نہ کرنے والوں کو دوزخ کی خوشخبری سنائی گئی۔(۱۸)

یتیموں کو دھکے دینے اور غریبوں کو نظر انداز کرنے والوں کو تنبیہ کی گئی اور انجام بد سے ڈرایا گیا(۱۹) انفاق فی سبیل اللہ کی جزا کے بارے میں بھی قرآن کی مکی آیتیں بڑی واضح ھیں(۲۰) مسلمان کے مال میں سائل اور محروم کا حصہ مکہ ھی میں ٹھہرایا گیا(۲۱) مکی آیتوں میں صلوۃ کے ساتھ ساتھ زکوۃ اور انفاق کا بھی تذکرہ ھے(۲۲) جس سے یہی مطلب اخذ کیا جا سکتا ھے کہ قرآن نے مکہ ھی سے امۃ کے غریب و لاچار افراد کی سوشل سیکورٹی کا بندوبست کیا۔(۲۳)

مکی مواخاۃ جس کا حوالہ گزشتہ صفحوں میں دیا گیا ھے، کا مقصد امۃ کے افراد کے درمیان محرومیوں کے احساس کو ختم کرنا، غریبوں کی مالی مشکلات پر قابو پانا اور ان کے درمیان انس و محبت بڑھانا تھا۔ تاکہ ابھرتی ھوئی امۃ مسلمہ کی جڑیں مضبوط ھوں، اور دولت کی کثرت ایک طرف لوگوں کو بد مست نہ کرے اور دوسری طرف محروموں کے دلوں میں اس کی طمع یا صاحب ثروت لوگوں کے خلاف نفرت کے جذبات پیدا نہ کرے۔ قرآن کی معاشی تعلیمات نے جن کا رسول کریمؐ نے ابتدائی دور اسلام میں مکہ میں درس دیا اور عملی تفسیر پیش کی، امۃ مسلمۃ کے افراد کے درمیان وحدت و یگانگت کے جذبات ابھارنے میں بنیادی کردار ادا کیا۔

۳۔ معاشرتی وحدت

تاریخ پر ایک نگاہ ڈالنے سے پتا چلے گا کہ جاھلی دور میں عرب معاشرہ کے زوال کے اسباب میں معاشرتی خرابیوں کا بڑا حصہ تھا۔ ان معاشرتی قباحتوں کی نشاندھی حضرت جعفر بن ابی طالب کی اس تقریر میں کی گئی ھے جو انھوں نے ھجرت حبشہ کے بعد وھاں کے بادشاہ کے دربار میں کی تھی۔ آپ کی تقریر

کا خلاصه هے :

''اے بادشاہ ! هم غیر مہذب لوگ تھے، بتوں کو پوجتے تھے، مردار کھاتے تھے، بدکاری اور قطع رحم کرتے تھے، همسایوں کے ساتھ زیادتی سے پیش آتے تھے - هم میں طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا - ان حالات میں هم میں خدا نے ایک پیغمبر بھیجا جس کی صداقت، پاکبازی، اسانتداری اور حسب و نسب سے هم واقف هیں، اس نے هم کو خدائے واحد کی طرف بلایا - اور همیں تعلیم دی که هم بتوں کی پرستش چھوڑدیں، صرف خدائے واحد کی پرستش کریں، سچ بولیں، اسانتداری اور صله رحمی کریں، انسانوں کا حق ادا کریں، خونریزی اور حرام کاری کو چھوڑ دیں، عفیفه عورتوں پر تہمت نه لگائیں، نماز پڑھیں، روزے رکھیں، زکوۃ دیں، هم اس پیغمبر پر ایمان لائے، هم نے اس کی تعلیمات کو قبول کیا - شرک چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی، حلال و حرام کو پہچانا اور تمام اعمال بد سے باز آئے- اس جرم میں هماری قوم هماری دشمن هو گئی اور هم کو طرح طرح کی اذیتیں دیتی هے تاکه هم ان باتوں کو چھوڑ کر پھر گمراهی اختیار کرلیں،، -(۲۴)

یه تقریر ایک طرف اگر عربوں کی معاشرتی خرابیوں کی منه بولتی تصویر هے تو دوسری طرف یه رسول کریمؐ کی ان کوششوں کی بھی عکاسی کرتی هے جو آپ نے معاشرہ کو ان خرابیوں سے پاک کرنے کے لئے شروع کیں تھیں -

جاهلی دور کی معاشرتی برائیوں میں سے ایک قبیح رسم ربا کی تھی جس نے معاشرتی بھائی چارے اور باهمی تعاون کو ختم کر دیا تھا(۲۵) قرآن نے اس قباحت کو برا کہا(۲۶) اور مدینه میں جب اسلام کو سیاسی غلبه حاصل هوا تو نه صرف اسے ممنوع قرار دیا گیا(۲۷) بلکه جو لوگ اس

کو جاری رکھے ہوئے تھے، انھیں اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے جنگ کی دھمکی قرار دیا گیا۔(۲۸) اس قسم کے اقدامات نے معاشرتی ہم آہنگی اور اتحاد میں اہم کردار ادا کیا۔ علاوہ ازیں آنحضرت نے نئی ابھرتی ہوئی امۃ کو سماجی انصاف کا درس دیا۔ تمام لوگوں کو ذات پات کا لحاظ کئے بغیر مساوی سماجی حیثیت دی۔ عورت کو جو ابھی تک بہت سے انسانی حقوق سے محروم تھی، مرد کے برابر سماجی حیثیت اور حقوق دیئے۔(۲۹) غلاموں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی آزادی کا سامان سہیا کرنے کے اقدامات بھی رسول اللہ ص نے مکی زندگی ھی میں کیے تھے۔ اس قسم کے اقدامات کا مقصود معاشرتی یگانگت تھا۔ آپ کو احساس تھا کہ اگر معاشرے میں سماجی انصاف نہ ہو، لوگ محرومیوں کا شکار ہوں اور عدم مساوات کا دور دورہ ہو، تو افراد کے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے کدورت رہے گی اور ان حالات میں وحدت فکر و عمل، جو ترقی کا زینہ ھے، ناممکن ہوگی۔

۴۔ سیاسی اتحاد

یہ صحیح ھے کہ مکہ میں مسلم امت کو سیاسی قوت حاصل نہیں تھی۔ سیاسی طاقت اسے ھجرت کے بعد مدینہ منورہ میں حاصل ہوئی جہاں اس نے ریاست و حکومت قائم کی۔ مکہ میں امت کے افراد رسول کریم ص کا اتباع مذھبی بنیادوں پر کیا کرتے تھے۔ لیکن کسی بھی معاشرے میں مذھبی اطاعت کو سیاسی اطاعت سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ مکہ میں آپ کے جملہ اقدامات سیاسی اقدامات کا پیش خیمہ تھے۔ چنانچہ روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ آپ مسلمانوں کو سیاسی تربیت بھی دیتے رہے تاکہ انھیں جب خلافت فی الارض کی ذمہ داری مل جائے، جس کا خدا نے ان سے وعدہ کیا تھا، تو وہ حکومت کرنے

کے اہل ہوں۔ وامرہم شوری بینہم(۳۰) مکی آیات میں سے ہے اور ظاہر ہے اس وقت مسلمان کسی ریاست یا حکومت کے مالک نہیں تھے لیکن اس آیت کے نزول سے اس بات کی نشاندھی ہوتی تھی کہ جلد یا دیر سے مسلمانوں پر حکمرانی کی ذمہ داری بھی ڈالی جانے والی ہے جس کو قبول کر لینے کے بعد وہ اپنے تمام معاملات باھمی اعتماد اور مشوروں سے طے کریں گے۔ رسول پاک مکہ ھی میں مسلمانوں میں نئے نظام حیات (اسلام) کے اصولوں کی روشنی میں سیاسی شعور بیدار کر رہے تھے۔

مسلم امت کا مکی دور اگرچہ ما قبل السیاست (Pre-Political) کہا جا سکتا ہے لیکن جیسا کہ اوپر بتایا گیا، یہ ضروری نہیں کہ سیاست سے پہلے کا دور غیر سیاسی (un-political) بھی ہو۔ دراصل رسول اکرمؐ کے مکی دور کے آخری تین سال اسلامی ریاست و حکومت کے قیام کے سلسلہ کی کڑیاں ھیں۔ اس دور میں آپ نے بنو ثقیف اور پھر بنو صعصعۃ سے عملی تعاون طلب کیا۔ اگرچہ دونوں قبائل سے آپ بظاھر ناکام لوٹے لیکن بنو صعصعہ کے سردار سے آپ کی جو گفتگو ہوئی وہ بڑی اھم ہے۔ روایت ہے کہ صعصعہ کے سردار بیحرہ بن فراس نے رسول اکرمؐ کے بارے میں کہا کہ بخدا اگر میں قریش کے اس آدمی (رسول اللہ) کو اپنے ساتھ لے لوں تو اس کی مدد سے دنیائے عرب کو ھڑپ کر سکتا ہوں۔ لیکن جب ان سے قریش کے خلاف مدد کرنے کو کہا گیا تو کہنے لگے کہ اگر ھم آپ کی اطاعت کریں اور خدا آپ کو قریش پر برتری عطا کرے تو کیا حکومت میں ھمارا حصہ ہوگا۔ رسول کریم نے فرمایا طاقت اللہ کے ھاتھ میں ہے وہ جسے چاہے حکومت عطا کرے۔(۳۱) یہاں سے جواب ملنے کے بعد آپ نے اوس و خزرج کی طرف توجہ دی جنھوں نے نہ صرف اسلام کو قبول کیا بلکہ اپنی جان و مال کو خطرے میں ڈال کر

آپ کو مدینہ آنے کی دعوت دی اور آپ کی حفاظت کا ذمہ لیا ۔(۳۲) چنانچہ ہجرت کے بعد مسلم امت کو نہ صرف قریش کے مظالم سے نجات ملی بلکہ اسے سیاسی غلبہ بھی حاصل ہوا ۔ مدینہ میں دوسری مرتبہ مواخاۃ کا قیام، معاہدے کا نفاذ، قرآن پاک کی مزید معاشی تعلیمات، معاشرتی، سیاسی اور قانونی ہدایات امۃ کو مزید مستحکم اور مضبوط بنانے کے اقدامات تھے ۔ جس امت کی بنیاد مکہ میں اخلاقی اقدار پر رکھی گئی تھی، اس نے مدینہ میں اپنی اخلاقی اقدار کی بدولت ایک عظیم سیاسی قوت اختیار کی جس نے بہت کم عرصے میں دنیا پر تسلط حاصل کرلیا ۔

اوپر کے صفحات میں جو کچھ لکھا گیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ قرآن امت کی اصطلاح کو مختلف معنوں میں استعمال کرتا ہے جس میں مسلمانوں کی مذہبی جمعیت بھی شامل ہے اور یہ کہ امت کی وحدت و یگانگت کے لئے آنحضرت نے روحانی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی تمام سطحوں پر مکہ میں کام کا آغاز کیا تھا ۔ اور جونہی اس کی جڑیں مضبوط ہوئیں اسے سیاسی طور پر منظم کرنے کے لئے کوششیں شروع کردیں جو بالآخر مدینہ میں اسلامی ریاست اور حکومت کے قیام پر منتج ہوئیں ۔ لیکن حالیہ برسوں میں مغربی مفکرین اور ان کے بعض مسلمان متبعین نے امت کے اسلامی تصور کی کچھ اور تاویلات کی ہیں ۔ منٹگمری واٹ نے اپنی کتاب (محمد مدینے میں)(۳۳) اور ایک دوسرے مضمون(۳۴) میں یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ آغاز میں امت کی ہیئت مخلوط گروہ کی تھی یعنی یہود اور مسلمان ایک ہی امت سے تعلق رکھتے تھے لیکن بعد میں مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی سیاسی طاقت اور تعداد اور مدینہ سے یہودیوں کے اخراج کے پیش نظر خالصتاً مسلم امت کا تصور ابھرا ۔ ان کا یہ خیال بھی ہے کہ آغاز میں امت کی بنیاد علاقہ پر رکھی گئی جس نے بعد میں ہمہ گیریت اختیار

کی۔ دراصل امت کے تصور میں یہ چہ میگوئیاں میثاق مدینہ میں شق نمبر ۱ اور نمبر ۲۰ کی وجہ سے پیدا کی گئی ہیں جہاں امت کا لفظ استعمال کیا گیا ہے(۳۰) (توجہ طلب امر تو یہ ہے کہ ایک طرف تو منٹگمری واٹ یہ کہتے ہیں کہ مسلمانوں کی مذہبی جمعیت (امۃ) کی بنیاد مکہ میں رکھی گئی اور یہ کہ میثاق مدینہ رسول کریمؐ کی تحریر ہے اور دوسری طرف وہ یہودیوں کو مسلمانوں کی مذہبی جمعیت میں خلط ملط کر کے Composite Community کا تصور پیش کرتے ہیں جس کی بنیاد علاقہ پر ہے۔ امۃ کے قرآنی تصور کے بعد سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ آنحضرت کوئی اور تصور پیش کرتے جو قرآنی تصور سے متصادم ہو۔ میثاق مدینہ میں آپ نے امۃ کی اصطلاح گروہ کے معنوں میں استعمال کی ہے جس میں دو الگ الگ امتیں ہیں جو اپنے اپنے ادیان پر قائم ہیں۔ اس نکتہ کی روشنی میں میثاق کی دفعات دیکھی جائیں تو مفہوم خود بخود واضح ہو جائے گا۔

جہاں تک اس دعوے کا تعلق ہے کہ میثاق مدینہ میں جس امت کا تصور پیش کیا گیا ہے وہ Territorial ہے جو بعد میں رفتہ رفتہ Universality اختیار کر گیا، تو یہ خیال غلط مفروضوں پر قائم کیا گیا ہے۔ قرآن واضح الفاظ میں رنگ، نسل، علاقہ یا خون کے رشتوں کی بجائے عقیدے کے رشتوں کو استوار کرتا ہے۔ مکہ میں کافر اور مسلمان ایک ہی علاقے اور نسل سے تعلق رکھتے تھے، زبان بھی ان کی مشترک تھی لیکن اس کے باوجود عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے ان کی امتیں جدا جدا تھیں۔ اس طرح مدینہ میں آباد لوگوں کی امتیں عقائد کے اعتبار سے علیحدہ تھیں۔ البتہ جو مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے یا ہجرت حبشہ کے بعد مدینہ نہیں لوٹے تھے وہ مسلم امت کے رکن تھے کیونکہ امت کے قرآنی تصور کے مطابق

مسلمانوں کے لئے علاقہ کی کوئی وقعت و اهمیت نہیں -

حاصل بحث یہ ہے کہ مسلم امت رنگ، نسل، زبان، علاقہ وغیرہ سے عبارت نہیں - اور نہ هی امت کے قرآنی تصور اور تاریخی ارتقاء میں کوئی تضاد ہے - ہر وہ شخص جو اللہ کی وحدانیت پر یقین رکھتا ہو، اس کے رسول کی پیروی کرتا ہو اور جملہ شرعی احکامات کو بجا لاتا ہو، وہ امت مسلمہ کا رکن ہے چاہے اس کی کوئی بھی زبان ہو، کسی بھی رنگ، نسل یا علاقہ سے تعلق رکھتا ہو۔

حواشی و حوالہ جات

۱ - الراغب الاصفہانی : المفردات فی غریب القرآن (قاہرہ ۱۹۶۶) ص ۲۳

۲ - ایضاً

۳ - مسلمانوں کی مذہبی جمعیت کو اس لئے ''امۃً وسطاً'' کہا گیا ہے کہ اس میں نہ افراط ہے نہ تفریط عیسائیوں نے افراط اختیار کی کہ حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا اور یہودیوں نے تفریط کی کہ ان کی پیغمبری کو بھی نہ مانا - امت معتدل نے نہ ان کو حد سے زیادہ بڑھایا نہ گھٹایا بلکہ ان کے درجہ پر رکھا -

۴ - میثاق مدینہ شہری ریاست مدینہ کا دستور تھا جو بقول ڈاکٹر حمید اللہ دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے - تفصیلات کے لئے دیکھئے -

Hamidullah, First Written Constitution in the World, Lahore 1968.

۵ - دیکھئے سیرت ابن هشام جلد دوم ص ۲۳ - ۱۱۹

۶ - البغدادی : الفرق بین الفرق (قاہرہ ۱۹۴۸) ص ۳۲ - ۱۳۱

۱۶۹

Manzooruddin Ahmad, Key Political Concepts in the Qurān, Islamic-Studies Islamabad, Vol.: X, No.2, June 1971, P. 84.

"Gradually we notice that the concept of terriotoriality gives place to that of Universality as the Arab Ummah was transformed into a world Ummah with the establishment of an empire covering Arab as well as non - Arab people".

۸ - قرآن پاک، ۲۹ : ۴۵

۹ - ایضاً ۸۲ : ۱۴ - ۱۵

۱۰ - ۳۲ : ۱۳ - ۱۷، ۴۵ : ۲۳

۱۱ - ۱۷ : ۷، ۸

۱۲ - ۷۵ : ۳۶ - ۴۰

۱۳ - ۲۸ : ۷۷

۱۴ - ۱۰۴ : ۱ - ۴

۱۵ - تفصیل کے لئے دیکھئے ابن حبیب، کتاب المحبر (حیدرآباد دکن ۱۹۴۲
ص ۷۱ - ۷۰

۱۶ - رسول اکرمؐ کا فرمان ہے: کاد الفقر ان یکون کفراً ۔

۱۷ - قرآن ۱۱ : ۸۴ - ۸۵، ۱۷ : ۳۵، ۸۳ : ۱ - ۴

۱۸ - ۱۰۴ : ۱ - ۴

۱۹ - ۱۰۷ : ۱ - ۳

۲۰ - ۹۷ : ۵ - ۱۱، ۱۳ : ۲۲

۲۱ - ۵۱ : ۱۹، ۷۰ : ۲۴ - ۲۵، ۳۵ : ۲۹، ۳۰ : ۳۸

۲۲ - ۲۷ : ۳، ۱۳ : ۲۲

۲۳ - دیکھئے محمد عزہ دروزہ، التفسیر الحدیث، (دمشق ۱۹۶۲)
جلد سوم، ص ۱۰۳

۲۴ - سیرت ابن اسحاق، انگریزی ترجمہ گیوم ص ۱۰۱

۱۷۰

۲۵ - ابن قیم، اعلام الموقعین، (دهلی ۱۳۱۳ھ) جلد اول، ص ۲۰۰

۲۶ - قرآن مجید : ۳۰ : ۳۹

۲۷ - ایضاً ۳ : ۱۳۰

۲۸ - ایضاً ۲ : ۲۵۹

۲۹ - محمد عزہ دروزہ، التفسیر الحدیث، جلد دوم ص ۱۹۷

۳۰ - قرآن پاک، ۳۲ : ۳۸

۳۱ - سیرت ابن اسحاق ص ۱۹۵

۳۲ - الازرقی، اخبار مکة و ماجاء فیها من الآثار ص ۳۲۹

۳۳ - Montgomery Watt, Muhammad at Medina, (Oxford, 1956), P.241

۳۴ - Montgomery Watt, Ideal Factors in the Origin of Islam, The Islamic Quarterly, II, No. 3 (October 1955), pp. 161-74.

۳۵ - سیرت ابن ہشام - جلد دوم - ص ۲۳ - ۱۱۹

— — —